زکوٰۃ کے مستحق کون ہیں ۔ ؟

علمی و قلمی جہاد کی اہمیت

مولانا شہاب الدین ندوی، ناظم فرقانیہ اکیڈمی ۔ بنگلور ۵۷

(۴)

یہ تشریح وتفسیر حقائق و معارف سے بھرپور ہے، جس سے دین میں جہاد کی اصل حقیقت پوری طرح واشگاف ہو جاتی ہے اور ساری گرہیں کھل جاتی ہیں۔ اصل میں قرآنی حقائق و معارف کو اُجاگر کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآن کے مضامین اور اُس کی مختلف آیات میں غور و فکر کیا جائے اور مختلف آیات میں تطبیق دینے کی کوشش کی جائے۔ پھر تمام آیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے استقرائی حیثیت سے ان کا مطالعہ کیا جائے۔ اور ان کی تشریح و تفسیر میں حدیثوں سے بھی مدد لی جائے۔ تب جا کر قرآنِ حکیم کے اسرار و عجائب منظرِ عام پر آتے ہیں۔ اور اس طرز مطالعہ سے ہر دور میں قرآنِ حکیم کے اسرار پر سے پردہ اُٹھتا ہے اور اُس کے نئے نئے جلوے سامنے آتے ہیں، خواہ وہ دین و شریعت سے متعلق ہوں یا نظامِ فطرت و تکوین سے متعلق۔ اسی بنا پر ایک حدیث میں کہا گیا ہے :

وَلَا تَنْقَضِیْ عَجَائِبُهٗ : قرآن کے عجائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔[۵۶]

اسی بنا پر قرآنِ حکیم میں تفکر و تدبّر کی دعوت دی گئی ہے :

---

۵۶ ترمذی ۵/۱۷۲، دارمی ۲/۴۳۵

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ: یہ ایک برکت والی کتاب ہے جسے ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور دانش مند (اس کے انوکھے مضامین کو دیکھ کر) متنبّہ ہوسکیں۔ (ص: ۲۹)

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا پھر اُن کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟ (محمد: ۲۴)

اس آیتِ کریمہ کے ذریعہ مشرکینِ مکہ کو جھنجوڑا گیا تھا کہ وہ قرآنِ مجید کے انوکھے اور حیرت انگیز مضامین و مطالب پر غور کیوں نہیں کرتے؟ مگر عبرت کی بات ہے کہ آج خود حاملینِ قرآن کا بھی یہی حال ہوگیا ہے جو فکر و نظر کو جھنجوڑنے والی اس انقلابی کتاب کو محض دعاؤں اور تعویذوں کی کتاب سمجھ بیٹھے ہیں۔ اور اس سے زیادہ عبرتناک حقیقت یہ ہے کہ آج خود ہمارے علماء کی اکثریت اسے محض "کتابِ تلاوت" سمجھتی ہے اور اس کے معانی و مطالب اور اسرار و حقائق تک رسائی حاصل کرکے نئے مسائل کا حل نکالنے کو ایک کارِ عبث تصور کرتی ہے۔ جب ہمارے علماء ہی قرآن کو طاقوں میں سجائے ہوئے ہوں تو اب عوام سے کیا شکوہ ہوسکتا ہے؟ جب خود نمک ہی سے اُس کی نمکینی زائل ہوجائے تو پھر لوگ نمکینی کس چیز سے حاصل کرسکیں گے؟ ایک روایت میں آتا ہے کہ دو طبقے ایسے ہیں جن کے صلاح و فساد پر عوام کا صلاح و فساد موقوف ہے:

صِنْفَانِ مِنَ النَّاسِ اِذَا صَلَحَا صَلَحَ النَّاسُ، وَاِذَا فَسَدَا فَسَدَ النَّاسُ، اَلْعُلَمَاءُ وَالْاُمَرَاءُ: دو قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ جب وہ درست ہوجائیں تو لوگ بھی درست ہوجائیں اور جب وہ بگڑ جائیں تو لوگ بھی بگڑ جائیں۔ ایک عُلماء اور دوسرے اُمراء[۵۷]

حاصل یہ کہ کسی موضوع سے متعلق تمام قرآنی آیات کا استقرائی حیثیت سے مطالعہ کئے بغیر محض کسی ایک یا دو مقامات کو دیکھ کر ایک استقرائی نتیجہ یا قاعدہ کُلّیہ وضع کرلینا ایک غلط اور

---

۵۷ کنز العمال ۱۰/ ۱۱۰

طل اُصول ہے۔ جس کا ارتکاب کوئی نیم ملّا یا شعبدہ باز ہی کرسکتا ہے۔ اور پھر کسی فقیہہ یا مُفتی کے ول کو بنیاد بنا کر اسے قرآن اور حدیث پر تھوپنا اور اسے اُمت کا اجماعی فہم قرار دینا بھی بڑی تنہ انگیزی ہے۔ قرآن اور حدیث کے نصوص و احکام ابدی و سرمدی ہیں اور ان کی تصریحات ایک شمۂ صافی کی طرح ہمیشہ رواں دواں رہنے والی ہیں۔ جن سے قیامت تک اُمتِ مسلمہ برابر سیراب ہوتی رہے گی۔ لہٰذا قرآن اور حدیث کے دھارے کو روکنے کی کوشش کرنے والوں کو مُنہ کی کھانی پڑے گی۔

بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ : بلکہ اُنہوں نے اُس چیز کو جھٹلا دیا جسے وہ سمجھ ہی نہ سکے اور ابھی اس کی حقیقت اُن پر واضح نہیں ہوئی۔ (یونس : ۳۹)

علمی جہاد ایک پیمبرانہ عمل

مذکورۂ بالا بحث کے مطابق علامہ ابنِ قیمؒ نے جہاد کی حقیقت کے بارے میں جو فکر انگیز باتیں تحریر کی ہیں اُس سے بے شمار حقائق منظرِ عام پر آتے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں :

۱۔ جہاد کا حکم آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رسالت کے روزِ اول ہی میں دے دیا گیا تھا۔ چونکہ عسکری جہاد مدنی زندگی میں فرض ہُوا ہے اس لئے مکّی زندگی میں جس جہاد کا حکم دیا گیا تھا وہ علمی جہاد تھا نہ کہ عسکری جہاد۔ اور یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ رسولِ عربی نے مکی زندگی میں کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔

۲۔ جہاد جب مکی زندگی ہی میں واجب ہو گیا تھا تو اب اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ جہاد اصلاً قولی ولسانی (اور اس کی مناسبت سے علمی وقلمی) ہے۔ اور بقول ابنِ قیم یہ حجت و بیان دلیل و استدلال کے ذریعہ قرآن کی تبلیغ کا نام ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ چیز خواہ قولی ولسانی طور پر ظہور پذیر ہو یا علمی وقلمی اعتبار سے دونوں صورتوں میں

مقصود ایک ہی ہے۔

۳۔ منافقین کے ساتھ جہاد کرنے کی نوعیت بھی یہی ہے کہ وہ اصلاً دلیل و استدلال کے ذریعہ ہونا چاہیئے۔ اس طرح مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں دراصل ایک ہی حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ اس کا مطلب یہ ہُوا کہ مدنی زندگی میں بھی دلیل و استدلال کے ذریعہ جہاد کا حکم منسوخ نہیں ہُوا بلکہ وہ برابر جاری رہا اور آج تک برابر جاری ہے۔

۵۔ اگر عسکری جہاد اصل ہوتا تو مدنی زندگی میں قتال فرض ہونے کے بعد "استدلالی جہاد" کو منسوخ ہو جانا چاہیئے تھا۔ مگر اس کی اہمیت کی وجہ سے نہ صرف وہ مکی زندگی کے روزِ اول ہی سے جاری ہے بلکہ آج تک بلا انقطاع برابر جاری ہے اور قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا۔ اور حسبِ ذیل حدیث میں اسی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے:

اَلْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰی اَنْ يُقَاتِلَ آخِرُ اُمَّتِي الدَّجَّالَ - لَا يُبْطِلُهُ جَوْرُ جَائِرٍ وَلَا عَدْلُ عَادِلٍ، وَالْاِيْمَانُ بِالْاَقْدَارِ: جہاد اُس وقت سے برابر جاری ہے جب سے کہ اللہ نے مجھے پیغمبر بنا کر (دنیا میں) بھیجا ہے یہاں تک کہ میری اُمت کا آخری فرد دجال سے دو دو ہاتھ نہ کرلے۔ اس (جہاد) کو کسی ظالم کا ظلم یا کسی عادل کا عدل مُہمل نہیں ٹھہرا سکتا۔ اور (لوگوں کا) ایمان (اُن کی اپنی اپنی) تقدیر کے مطابق ہوگا۔[۵۸]

۶۔ پچھلے صفحات کی تصریحات کی رُو سے امام جصاص رازیؒ کے بیان کے مُطابق عسکری جہاد کبھی کبھی (ضرورت کے وقت) فرض ہوتا ہے، جب کہ علمی جہاد کو ہمیشہ اور ہر دور میں جاری رہنا چاہیئے۔

۷۔ دلیل و استدلال کے ذریعہ جہاد (علمی جہاد) کرنے کی یہی وہ اہمیت ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں دو دو جگہ (سورۂ توبہ اور تحریم میں) اسے بطور تاکید

---

۵۸ سنن ابو داؤد کتاب الجہاد ۳/۴۰، مطبوعہ حمص (شام)

ن کیا ہے۔ اگر اس کی اتنی اہمیت نہ ہوتی پھر نعوذ باللہ یہ ایک بیکار سی بات ہوتی۔ حالانکہ رتعالیٰ کا کلام حکمت سے خالی نہیں ہے۔

۸۔ منافقین کا جہاد کفار کے جہاد سے زیادہ مشکل ہے۔ ابن قیم نے یہ ایک بصیرت افروز ، بیان کیا ہے۔ واضح رہے منافقین کا طبقہ صرف دورِ رسالت ہی میں نہیں بلکہ وہ ہر دور موجود رہا ہے اور آج بھی موجود ہے۔ چنانچہ اُمت کی صفوں میں ایسے بہت سے مارِ آستین موجود جو بظاہر مسلمان نظر آتے ہیں، جب کہ اُن کے دلوں میں کفر بھرا ہوا ہے۔ اور وہ مختلف طریقوں سے ں کا اظہار کرتے رہتے ہیں[۵۹] ایسے منافقین اُمت کے ساتھ علمی و استدلالی جنگ کرنا بھی ارشادِ ی کے مطابق جہاد ہے۔

۹۔ جب اللہ تعالیٰ خود ہی بنفسِ نفیس یہ فتویٰ دے رہا ہے کہ کفار و منافقین کے ساتھ ل و استدلال کے میدان میں جنگ کرنی چاہیئے اور انہیں علمی میدان میں پچھاڑنا چاہیئے تو پھر پ ہی بتائیے کہ خدا کی بات کو غلط قرار دینے والوں کو کس نام سے یاد کیا جائے ؟

۱۰۔ ابنِ قیم نے اس سلسلے میں سب سے بڑی جو حقیقت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم علمی و فکری جہاد کرنا انبیائے کرام کے وارثین اور خواصِ اُمت کا کام ہے۔ تمام انبیائے رام نے دراصل اپنے اپنے دور کی فکری و نظریاتی گمراہیوں کا مقابلہ کیا ہے۔ اور دورِ آدمؑ سے ، کر رسالتِ محمدیؐ تک تمام پیغمبروں نے یہی فریضہ انجام دیا ہے۔ اور جہاد کی اصل نوعیت حقیقت قرآن اور حدیث کی رُو سے یہی ہے۔

۱۱۔ اس قسم کا جہاد کرنے والے دُنیا میں چند مخصوص لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ ہر شخص

---

[۵۹] اس کی ایک واضح مثال شاہ بانو کیس کے موقع پر ہندستان میں بخوبی ظاہر ہو چکی ہے کہ ہمارے رمیان کیسے کیسے ملت فروش افراد موجود رہتے ہیں جو وقت پڑنے پر ملت کا ساتھ چھوڑ کر مخالف صفوں میں چلے جاتے ہیں اور ملت کی جڑوں کو کاٹنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

اس قسم کے جہاد کا حامل نہیں بن سکتا۔ اور اس قسم کے اصل "مجاہدین" کا تعاون کرنے والے بھی بہت کم لوگ ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ جہاد کی یہ نوعیت عوام کے ذہنوں سے محو اور مستور ہو چکی ہے۔ لہٰذا اصل مجاہدین کو نہ پہچاننے کے باعث وہ لوگ گوشۂ گمنامی میں رہ کر بے کسی اور کس مپرسی کے عالم سے گزرتے رہتے ہیں۔ ہاں البتہ اُن کی زندگیوں کے بعد اُن کے کارنامے منظرِ عام پر آکر تاریخ کا جزو بن جاتے ہیں۔ اصل میں یہ بات اُمت کی بے حسی کی ایک علامت ہے۔ اور اس قسم کی بے حسی کا نہ معلوم ہماری اُمت کے کتنے افراد شکار ہو چکے ہیں، جن کو تاریخ اپنے اوراق میں محفوظ نہیں رکھ سکی ہے!

۱۲۔ ایسے اصلی مجاہدین اگرچہ تعداد میں کم ہوں اور دُنیا والے اُن کی صحیح قدر و منزلت نہ پہچانتے ہوں، مگر اللہ کے نزدیک اُن کا مرتبہ یقیناً بہت بڑا ہے۔ کیونکہ ایسے خاصانِ حق اپنے دور کی نبض اور اُس کی رفتار کا اندازہ کر کے جس قسم کا علمی و استدلالی جہاد شروع کرتے ہیں وہ چونکہ ایک نئے طرزِ فکر کا حامل ہوتا ہے اس لئے قدیم طرزِ فکر رکھنے والے اُسے ایک "انوکھی" چیز قرار دے کر اُس پر "بدعت" ہی نہیں بلکہ "خلافِ شریعت" ہونے کا بھی فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ اور اگر کوئی ذرا تیز و تند قسم کا "مولوی" ہو تو اسے "گمراہی" بلکہ "کُفر" قرار دینے سے بھی باز نہیں آتا۔ لہٰذا ایسی حالت میں مُجاہدینِ حق کو بیک وقت دو محاذوں پر کام کرنا پڑتا ہے۔ ایک بیرونی محاذ اور دوسرا داخلی محاذ۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں مُجاہدین کی مشکلات دوچند ہو جاتی ہیں۔ مگر چونکہ اس قسم کی مشکلات سے تمام انبیائے کرام دوچار ہو چکے ہیں، لہٰذا یہ بھی انبیائے کرام کی سُنّت میں داخل ہے کہ جب کبھی کوئی مجاہد اُٹھتا ہے تو اُس کی راہ مارنے یا راہِ حق میں روڑے اٹکانے والے بہت سے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں، بیرونی صفوں میں بھی اور اندرونی صفوں میں بھی۔ جب کہ دوسری طرف بازاری قسم کے لوگوں کے پیچھے ایک بھیڑ جمع ہو جاتی ہے۔ اور اہلِ حق مجاہدین اکثر و بیشتر کس مپرسی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابنِ قیمؒ نے اپنے دور کے احوال وکوائف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ باتیں تحریر کی ہیں۔ اور یہ اپنی "آپ بیتی" بھی ہوسکتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ احوالِ واقعی ہیں جو ہر دور میں مجاہدین کے ساتھ پیش آسکتے ہیں۔ لہٰذا اس راہ میں مجاہدین کو ہمت ہارے بغیر عزم واستقلال کے ساتھ کام کرنا پڑے گا۔ اور انہیں اپنے زورِ بازو کے بجائے خداوندِ قدوس ہی پر بھروسہ اور توکل کرکے اپنے کام میں جُٹے رہنا ہوگا۔ اگر عزمِ صادق ہوگا تو پھر کامیابی وکامرانی بھی ضرور حاصل ہوکر رہے گی۔

اس بحث سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ قرآنی نقطۂ نظر سے جہاد کیا ہے اور اس کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ یہ قرآن کریم کے اسرار وحقائق ہیں جو تفکر وتدبر کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔ طوطے مینے کی طرح قرآن کو رٹ لینے والوں کو تو سوائے چند "اقوال" کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اور ایسے لوگ قرآن کو قرآن سے نہیں بلکہ چند اقوال کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ خود قرآن اپنے بارے میں کہتا ہے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا: اور ہم نے یقیناً اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہر قسم کی مثال پھیر پھیر کر (مختلف پیرایوں میں) بیان کر دی ہے (تاکہ لوگ انہیں بخوبی سمجھ لیں)۔ لیکن انسان بڑا جھگڑالو ہے (جو ان باتوں کو سمجھے بغیر اپنی کوتاہ فہمی کا مظاہرہ کرتا ہے۔)
(کہف: ۵۴)

اور بعض حدیثوں میں آتا ہے:

اِتَّقُوا الْحَدِيثَ عَنِّي إِلَّا مَا عَلِمْتُمْ. فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. وَمَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث (روایت کرنے) سے بچو، سوائے

اُن حدیثوں کے جن کو تم جانتے ہو۔ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا تو اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔
اور جس نے قرآن میں (مجرد) اپنی رائے سے کوئی بات کہی تو اُس کا ٹھکانہ بھی دوزخ ہے[60]
مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قرآن میں بغیر علم کے (محض اپنی رائے سے) کوئی بات کہی تو اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے[61]

سب سے بڑا جہاد قرآن سے

ان مباحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ قرآن کے ذریعہ جہاد کرنے کی نوعیت و کیفیت کیا ہے؟ اب اس سلسلے میں چند مُستند مفسرین کے اقوال بھی پیش کئے جاتے ہیں تاکہ یہ بحث ہر طرح سے مکمل ہو جائے۔ چنانچہ جہاد قولی یا علمی کے سلسلے میں سورۂ فرقان والی آیت اصل اور بنیادی اہمیت کی حامل ہے، جو پچھلے صفحات میں کئی مقامات پر زیرِ بحث آچکی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ نَّذِیْراً ۔ فَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَ جَاھِدْھُمْ بِہٖ جِھَاداً کَبِیْراً: اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے۔ سو آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے ان کا زور و شور سے مقابلہ کیجئے۔ (فرقان: ۵۱-۵۲)

اور اس سلسلے میں علامہ ابن جوزی کی یہ تفسیر بھی (ساتویں باب میں) گزر چکی ہے کہ اس سے مراد جہادِ قولی ہے، جو خود قرآن کے ذریعہ ہونا چاہئے۔[62]

اور یہی بات حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس میں (وَجَاھِدْھُمْ بِہٖ کے ذریعہ) جو حکم دیا گیا ہے وہ قرآن کے ذریعہ جہاد کرنا ہے۔

---

[60] و [61] ترمذی کتاب تفسیر القرآن ۵/۱۹۹۔

[62] دیکھئے موصوف کی کتاب نزھۃ الأعین ۱/۲۹ نیز موصوف ہی کی تفسیر زاد المسیر فی علم التفسیر ۶/۹۵ مطبوعہ دمشق۔

قال ابن عباس قوله فلا تطع الکافرین وجاهدهم به، قال بالقرآن [۶۳]

بعض لوگوں نے یہاں پر جہاد بالسیف مراد لیا ہے۔ مگر یہ دو وجوہات کی بنا پر غلط ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور جہاد مدینہ میں فرض ہوا تھا۔ لہذا یہ قول انتہائی بعید ہے، جیساکہ امام قرطبی اور امام رازی نے تصریح کی ہے [۶۴] اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں قرآن کے ذریعہ جہاد کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ جہاد بالسیف کی قطعی طور پر نفی ہے۔

قرآن کے ذریعہ جہاد کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جو علمی دلائل و براہین، تنبیہات، پند و نصائح اور دینِ حق کی تکذیب کرنے والی قوموں کے احوال و کوائف وغیرہ ہیں بطورِ سبق آوری بیان کئے جائیں (اور انہیں انجام بد سے ڈرایا جائے)۔

أي بالقرآن بتلاوة ما فيه من البراهين والقوارع والزواجر والمواعظ و تذكير أحوال الأمم المكذبة۔ [۶۵]

اب رہا "جہادِ کبیر" یا بڑے جہاد سے کیا مراد ہے؟ تو مفسرین نے اس کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے:

لَا يُخَالِطُه فُتُورٌ : جس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ ہو [۶۶]

تامّاً شَدِيداً : یہ جہاد مکمل اور شدید ہونا چاہیئے [۶۷]

جَامِعاً لِكُلِّ مُجَاهَدةٍ : وہ ہر قسم کے مجاہدہ کا حامل ہو [۶۸]

---

۶۳ تفسیر ابن جریر: ۱۵/۱۹، دار المعرفہ بیروت، نیز دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۳/۳۲۱

۶۴ دیکھئے تفسیر قرطبی ۱۳/۵۸ اور تفسیر کبیر ۲۴/۱۰۰

۶۵ تفسیر روح المعانی: ۱۹/۳۲

۶۶ تفسیر قرطبی ۱۳/۵۸

۶۷ زاد المسیر فی علم التفسیر ۶/۹۵

۶۸ تفسیر کبیر ۲۴/۱۰۰

فانّ دعوۃَ کلّ العالمینَ علی الوجہِ المذکورِ جہادٌ کبیرٌ : اس سلسلے میں جو کچھ مذکور ہے اُس کے مُطابق سارے عالم کو دعوت دینا بہت بڑا جہاد ہے[۶۹]

اُوپر مذکور آیات کا ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ہے، جس سے اس حکم کی تاکید اور شدت کا پتہ چلتا ہے۔ جو مذکورہ بالا تفاسیر کے عین مطابق ہے۔ اور مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے اس آیت کی تفسیر کے لئے جو سرخی قائم کی ہے وہ یہ ہے : " جہاد بالقرآن یعنی قرآن کی دعوت کو پھیلانا جہادِ کبیر ہے"۔ اور پھر اس عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں :

" وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَاداً كَبِيْراً ، یہ آیت مکی ہے جب کہ احکام، کفار سے قتال وجنگ کے، نازل نہیں ہُوئے تھے۔ اسی لئے یہاں جہاد کو بِہٖ کے ساتھ مقید کیا گیا۔ بِہٖ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے۔ معنی آیت کے یہ ہیں کہ قرآن کے ذریعہ مخالفِ اسلام سے جہاد کرو بڑا جہاد۔ قرآن کے ذریعہ اس جہاد کا حاصل اس کے احکام کی تبلیغ اور خلقِ خُدا کو اس کی طرف توجہ دینے کی ہر کوشش ہے، خواہ زبان سے ہو یا قلم سے، یا دوسرے طریقوں سے۔ ان سب کو یہاں جہادِ کبیر فرمایا ہے"۔[۷۰]

ان تفسیروں سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ قرآن کے ذریعہ جہاد کرنا ہی سب سے بڑا جہاد ہے۔ اور یہ جہاد قولی یا علمی وقلمی جہاد کے سوا اور کیا ہے ؟ ظاہر ہے کہ یہ کسی مُتجدّد یا دین سے مُنحرف شخص کا قول یا کوئی "بدعت" یا نئی بات نہیں بلکہ حضرت ابنِ عباسؓ سے لے کر مُفتی محمد شفیع تک تمام مفسّرین کا متفقہ قول ہے۔ لہٰذا اگر کچھ مفسرین نے اپنے دور کے لحاظ سے بعض دیگر " نصوص " کی رُو سے " جہادِ عسکری " کو اولیت دی تھی تو وہ ایک وقتی و عارضی بات تھی، دائمی و ابدی نہیں۔ جہادِ عسکری کا حکم اگرچہ اب بھی موجود ہے اور وہ منسوخ نہیں ہُوا، لیکن

---

۶۹ تفسیر ابوسعود ۲۲۵/۶

۷۰ تفسیر معارف القرآن : ۴۷۳/۶

ابدی و دائمی نہیں ہے۔ کیونکہ اسے ہر ملک، ہر جگہ اور ہر وقت جاری رکھا نہیں جا سکتا۔ اس
، برعکس علمی و قلمی جہاد اصل ہونے کی وجہ سے ابدی و دائمی ہے، جو خود قرآن ہی کی صراحت کے
ابق قرآن کے دلائل و براہین اور اُس کے طریقہ کے مطابق ہونا چاہئے۔ اور اس حقیقت کو تسلیم
ینا نہ صرف جہاد کی حقیقت کا انکار ہے بلکہ معاذاللہ خود قرآنِ حکیم کا انکار ہے۔

آج مُسلمان قرآن کے اس سب سے بڑے حکم اور شرعی فریضے کو (جو نہ صرف جہادِ عسکری
مقدم ہے بلکہ وہ ملتِ اسلامیہ کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بنا ہُوا ہے) پوری طرح فراموش
ۓ ہُوئے ہیں۔ تو کیا یہ بات (ہماری ملت کے عوام تو بہت دُور کی بات ہے) خود ہمارے
ا اور ہمارے عربی مدرسوں کے لئے ایک حجت نہیں ہے؟ جہادِ عسکری تو پہلے ہی معطل
چکا ہے تو کیا اب جہادِ علمی کو بھی معطل کر کے خداوندِ قدوس کے اس حکم کی تکذیب کی جائے گی
اس راہ میں جدوجہد کرنے والوں کا مذاق اُڑایا جائے گا؟ یہ ہماری ملت کے لئے ایک لمحۂ
ریہ ہے۔ علامہ اقبال نے شاید ایسے ہی موقعوں کے لئے فرمایا ہے ؎

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال   ملّا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو   ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

اد اور ہندستانی مُسلمان

اس سلسلے میں یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ زیرِ بحث آیات (فرقان ۵۱-۵۲)
سیاق و سباق بھی عقلی دلائلِ توحید سے گھرا ہُوا ہے، جو اس حقیقتِ واضحہ کا ایک اور مزید
ت ہے کہ قرآن کے ذریعہ جہاد دراصل "دلائلِ توحید" کے ذریعہ جہاد ہے، جو تمام اقوام
لم اور سارے جہان کے لئے بطورِ دلیل و حجت مذکور ہیں۔ اور سورۂ فرقان کا موضوع بھی
ص کر اثباتِ توحید اور تردیدِ شرک ہے، جس میں ایک منفرد اور طاقتور ترین اُسلوب میں توحید
حقیقت کو مختلف علمی و عقلی دلائل میں ثابت کر کے مشرکین کے شُبہات و اعتراضات کا مُدلّل
ب دیا گیا ہے۔ اور اس سورہ کی ابتداء اس آیتِ کریمہ سے ہوتی ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا: وہ بڑی خوبیوں والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (حق و باطل میں تمیز کرنے والی کتاب) نازل کی، تاکہ وہ سارے جہاں کو متنبہ کرسکے۔ (فرقان : ۱)

قرآن چونکہ سلسلۂ صحفِ سماوی کی آخری کڑی ہے اس لئے اس آخری صحیفہ کو ہر قسم کے علمی وعقلی دلائل سے پوری طرح مزین و آراستہ کردیا گیا ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے فرقان کہا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے وہ چیز جو حق و باطل میں تمیز کرسکتی ہو۔ اس طرح قرآن کی ایک پوری سورت کو "فرقان" کے نام سے موسوم کرکے دراصل حاملینِ قرآن کو اس میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

بہرحال قرآن حکیم کے ان علمی وعقلی دلائل کی حقیقت موجودہ سائنٹفک دور میں اور بھی زیادہ کھل کر سامنے آگئی ہے اور تحقیقاتِ جدیدہ کے ذریعہ اس کے نئے نئے اسرار و معارف سامنے آرہے ہیں جو علمی دنیا کو مبہوت و ششدر کئے ہوئے ہیں۔ اور ان حقائق و معارف کے ملاحظہ سے اب نوعِ انسانی قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم کرنے پر مجبور نظر آرہی ہے۔ اور وہ دن دور نہیں کہ جب وہ انشاء اللہ پوری طرح اسلام کی گود میں آجائے گی۔

اس اعتبار سے آج قرآنِ حکیم کے علمی وعقلی دلائل کے ذریعہ نوعِ انسانی کو قرآن سے قریب ترلانے کے جتنے مواقع موجود ہیں اتنے سابقہ کسی بھی دور میں نہیں تھے۔ لیکن اس عظیم اور پُراز حکمت صحیفہ کی موجودگی کے باوجود اگر حاملینِ قرآن ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں تو یہ بات انتہائی باعثِ تعجب ہے۔ لہٰذا اہلِ اسلام کو خوابِ غفلت سے بیدار ہوکر اولین فرصت میں اس کارِ عظیم کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہوجانا چاہیے۔ "جہاد بالقرآن" کی یہ حقیقت واضح ہوجانے کے بعد بھی اگر ہم اس سلسلے میں کوتاہی کریں گے تو یہ ایک سنگین قسم کا شرعی جرم ہوگا۔ آج مسلمانوں پر جو بھی بلائیں اور مصیبتیں نازل ہورہی ہیں وہ اسی فرضِ منصبی میں کوتاہی کا باعث ہیں۔

واضح رہے ان دو آیات میں "جہاد بالقرآن" کا جو حکم دیا گیا ہے وہ اصلاً آقائے مدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا، جیساکہ اس کے الفاظ دلالت کررہے ہیں (وَجَاهِدْهُمْ بِهِ)۔ اور آقائے نامدار نے اس حکم الٰہی پر کاربند رہتے ہوئے تن من دھن کی بازی لگاکر پوری زندگی اس کے لئے وقف کردی اور عمر بھر اس حکم پر پوری طرح عامل رہے۔ اور چونکہ یہ آیتِ کریمہ مکی دور میں نازل ہوئی تھی، جس میں عسکری جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اس لئے آپ نے مکی دور میں کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ قرآن کے ذریعہ دعوت وتبلیغ میں پوری سرگرمی کے ساتھ مشغول ومنہمک رہے۔ کیونکہ مکی دور میں مسلمان مغلوب ومقہور اور پوری طرح کمزور وبے بس تھے۔ لیکن ان کے پاس صرف ایک چیز موجود تھی جسے وہ اپنے سینوں سے لگائے ہوئے دعوت وتبلیغ اور دلیل واستدلال کے میدان میں "علمی جنگ" لڑتے رہے۔ اس کا صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ جس دور میں بھی مسلمان کمزور ہوں وہ اس آیتِ کریمہ کے مطابق عمل کرتے ہوئے قرآنِ حکیم کے علمی دلائل وبراہین کے ذریعہ کافروں سے زور وشور کے ساتھ علمی جنگ کریں۔ یہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا ایک انمول اور درخشاں پہلو ہے جو تاقیامت تمام مسلمانوں کے لئے دلیلِ راہ اور منارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے اور بھٹکے ہوئے مسافروں کو منزل کا اتہ پتہ بتاتا ہے۔

(جبادی)

ضروری گذارش

ادارہ ندوۃ المصنفین کی ممبری یا برہان کی خریداری وغیرہ کے سلسلے میں جب آپ دفتر کو خط لکھیں یا منی آرڈر ارسال فرمائیں تو اپنا پتہ تحریر کے ساتھ ساتھ برہان کی چٹ پر آپ کے نام کے ساتھ درج شدہ نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں۔ اکثر منی آرڈر کوپن اور نمبر خالی ہوتے ہیں جس سے بڑی زحمت ہوتی ہے۔ (مینیجر)